هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (القرآن)

لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو

براہین اہلسُنّت

تالیف

مولانا افتخار احمد حبیبی قادری

شعبہ نشر واشاعت

جامعہ اسلامیہ خواجہ ابراہیم یکپاسی مستونگ

انتساب

فقیر اس کتاب کا انتساب شیخ المشائخ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین سلطان الاولیاء خواجہ خواجگان جگر گوشہ غوث الثقلین، سیدی و مرشدی پیر سیّد زین الدین جان الگیلانی دامت الطافہم کی طرف کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے، جن کے فیضانِ نظر سے آن پڑھ بھی اولیائے کرام کی صف میں داخل ہوگئے، اور جن کے فیض و برکت سے خدام بغیر محنت و مشقت کے سلوک قادری کے شناور ہوگئے۔

شاہاں را چہ عجب گر بنو از ند گدارا

یکے از سگِ درگاہ جیلاں

افتخار احمد حبیبی قادری عفی عنہ

مقدمہ

گذشتہ دو سالوں سے سرزمین بلوچستان میں ایسی تحریریں رسائل کی شکل میں پھیلائی جارہی ہیں جن میں ذاتِ باری تعالیٰ و تقدس انبیاء واولیاء ذوالاحترام کی شان میں گستاخانہ اندازہی نہیں بلکہ گستاخانہ مواد جمع کرکے اپنی سیاہ بختی کا ثبوت مہیا کیا جارہا ہے۔ انبیاء کرام و رسل عظام اور اولیاء کے خداداد کمالات علمی و روحانی کا تمسخر اڑایا گیا ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی شان میں توہین آمیز اور گستاخانہ کلمات لکھ کر اپنے خبث باطنی کی تسکین کی گئی۔ ایسے رسائل نے صالحین اُمت پر زبان درازی کی روایت قائم کی اور اسلامی دنیا میں گستاخانہ اسلوب اور غیر شائستہ اندازِ تحریر کے دروازے کھول کر رکھ دیئے۔

چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ ہے کہ گذشتہ سال ایک کتاب لکھی گئی اور اس کتاب میں گستاخی کی انتہا کردی گئی اور من گھڑت باتیں لکھ کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی اور وہ کتاب در حقیقت اپنی تردید آپ ہے۔ اہل علم کیلئے تو اس کا جواب کوئی اہمیت نہیں رکھتا، مگر عوام الناس اور کم صلاحیت رکھنے والے طلباء کو گمراہ کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتی تھی۔ اس لئے بندہ نے اس کارڈ لکھ کر دندان شکن جوابات دیئے ہیں۔

مصنف نے عقائدِ اہل سنت پر کفر و شرک کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ مثلاً علمِ غیب، حاضر و ناظر، ندائے غیر اللہ، نبی ولی کو مشکل کشا کہنا، الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا اور دیگر عقائد کو صریح شرک لکھ دیا ہے۔

بس میں نے منکرین کے اپنے ہی اکابرین دیوبند کی معتبر اور مستند کتابوں سے اپنے ایک ایک عقیدے کو ثابت کرکے یہ سوال کیا ہے کہ:

تم وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک کافر ہے، تو جواب دیجئے کہ تمہارے یہ سارے اکابرین جن کے ہم نے حوالے دیئے ہیں، وہ کافر و مشرک ہوئے کہ نہیں؟ تمہارے اپنے عقیدے کے مطابق ضرور ہوئے۔ پھر تم ان مشرکوں کو اپنا مرشد و پیشوا مان کر تم خود مشرک ہوئے کہ نہیں؟ بَیِّنُوْا تُؤْجَرُوْا۔

ان شاء اللہ اس کتاب کے مطالعہ سے اہل کتاب حق کے ایمان و ایقان میں جہاں مضبوطی اور استحکام پیدا ہوگا، وہاں طالبین ہدایت کو اس سے مکمل رہنمائی اور کامل اطمینان و تسلّی بھی حاصل ہوگی۔ لیکن اس کیلئے شرط یہ ہے کہ دل کو ہر قسم کے تعصب اور کدورت سے پاک کر کے ہدایت کی طلب صادق پیدا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت بھی عطا فرمائے۔ کیونکہ بقول اقبال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ؎

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

فقط خادم اہلسنت

افتخار احمد حبیبی قادری عفی عنہ

خطیب مدینہ مسجد مستونگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبی ولی کیلئے علمِ غیب ماننا

اس مسئلہ پر بھی آج کل بڑا زور دیا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور نبی یا ولی کو اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا علمِ غیب ماننا شرک ہے۔ حالانکہ یہ بھی ہرگز شرک نہیں ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان نبی ولی کیلئے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علمِ غیب مانتا ہے۔ اور اگر اللہ کا دیا ہوا علمِ غیب ماننا بھی شرک ہے، تو پھر ملاحظہ ہو:۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:۔

فرمایا، لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں، دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حدیبیہ و حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے معاملات سے خبر نہ تھی، اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے، کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔ (امداد المشتاق، صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

یہی تھانوی صاحب پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں:۔

جب حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جیسے علوم اولین و آخرین کے جاننے والے کیلئے فن باغبانی کے مسئلہ تابیر سے واقف ہونا لازم نہیں تو معلوم ہو گیا کہ یہ کوئی نقص نہیں۔ (افاضات یومیہ، جلد نمبر ۱۰، صفحہ ۱۷۲۔ مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

اسی طرح نصوص کے اندر بعض مغیبات کے متعلق یہ ثابت ہے کہ ان کا علم حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو بھی ہے۔ اور ایسے علم کی نسبت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف جائز ہے۔ (افاضات یومیہ، جلد نمبر ۱۰، صفحہ ۲۳۰)

پھر ایک مقام پر یوں لکھتے ہیں:۔

حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے علوم کا تمام عالم بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جس بڑے سے بڑے متبحر سے چاہو پوچھ کر دیکھ لو کہ تمہارے علوم حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے سامنے کیسے ہیں۔ ہر شخص دل سے یہی کہے گا کہ ہیچ ہیں۔ یہاں سے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے علوم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ (افاضات یومیہ، جلد نمبر ۷، صفحہ ۲۰)

مولانا قاسم نانوتوی کا فتویٰ:۔

بانی دار العلوم دیوبند مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی لکھتے ہیں:۔

یہ بات واضح ہے کہ علوم اوّلین مثلاً اور ہیں، اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علوم رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں مجتمع ہیں۔ (تحذیر الناس، صفحہ ٦۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

المہند میں عقائد علماء دیوبند کی توضیح میں لکھتے ہیں:۔

ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں، کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں، جن کو ذات وصفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ وحکم نظریہ اور حقیقت ہائے حقہ اور اسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ، اور نہ نبی ورسول اور بے شک آپ کو اوّلین و آخرین کا علم عطا ہوا، اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ (المہند، صفحہ ١٧، عقیدہ نمبر ١٥۔ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور)

نوٹ:۔ اس کتاب (المہند) پر تقریباً پچاس ٥٠ سے زائد قدیم وجدید علماء دیوبند کے تصدیقی دستخط موجود ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے پیر ومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم غیب کے متعلق فرماتے ہیں:۔

لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء واولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت وادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے۔ (شمائم امدادیہ، صفحہ ١١۔ مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان)

مولانا حسین احمد مدنی "الشہاب الثاقب" میں لکھتے ہیں:۔

علوم اوّلین و آخرین سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مالا مال فرمائے گئے ہیں۔ کوئی بشر کوئی ملک کوئی مخلوق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم پلہ علوم اور دیگر کمالات میں نہیں ہو سکتا، چہ جائیکہ آپ سے افضل ہو۔ (الشہاب الثاقب، صفحہ ٢٣٦۔ مطبوعہ مکتبہ مدینہ لاہور)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے کہ:۔

بعض مغیبات کا علم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باعلام حق تعالیٰ ہونا مسلم ومتفق علیہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد نمبر ٣، صفحہ ١٢١، سوال نمبر ٦٩٣)

مولانا اسمٰعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں:۔

ارواح اور ملائکہ اور ان کے مقامات کے کشف اور زمین و آسمان جنت اور دوزخ کی سیر اور لوح محفوظ پر مطلع ہونے کیلئے دورہ کا شغل کرے۔ (صراط مستقیم (فارسی) صفحہ ۱۱۷۔ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

مولانا ذوالفقار علی صاحب شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں:۔

...... اور منجملہ آپ کے علوم و معلومات کے علم لوح و قلم ہے۔ (عطر الوردہ فی شرح البردہ، صفحہ ۱۰۳)

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:۔

خداوند کریم نے اپنے سب کمالوں سے حصہ کامل آپ کو عنایت فرمایا تھا۔ منجملہ اور کمالات کے علم جو اول درجہ کا کمال ہے، اپنے ہی علم میں سے آپ کو مرحمت کیا، چنانچہ (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝) اس دعوے کیلئے دلیل کامل ہے، اس صورت میں آپ ﷺ کا علم وہ خدا ہی کا علم ہوا، اور آپ کا کہنا وہ خدا ہی کا کہنا نکلا۔ (فیوض قاسمی، صفحہ ۴۲)

مولانا شبیر احمد عثمانی آیت وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ کے تحت تفسیر عثمانی میں لکھتے ہیں:۔

یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے۔ ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے، اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے، اور ان چیزوں کے جتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا۔ (تفسیر عثمانی، صفحہ ۷۸۰، حاشیہ نمبر ۷، مطبوعہ سعودیہ)

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

پس وہ اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، سوائے اس کے جس کو پسند کرے اور وہ رسول ہوتا ہے، خواہ وہ جنس ملائکہ سے ہو اور خواہ جنس بشر سے۔ جیسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر اس پر اپنے خاص مغیبات سے بعض غیوب ان پر اظہار فرماتا ہے۔ (ترجمہ فارسی عبارت) (تفسیر عزیزی، جلد آخر، صفحہ ۲۱۴۔ مطبوعہ بمبئی ہندوستان)

سوال:۔ کیا علمِ غیب کی تقسیم ذاتی وعطائی میں کرنا ان اکابرین کے ہاں بھی مسلم تھا؟

جواب:۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اکابرین علماء دیوبند کے نزدیک بھی علم غیب کی تقسیم کرنا ذاتی و عطائی میں معتبر رہا ہے۔ اور وہ خود بھی یہ تقسیم کرتے رہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

ایک شخص نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا قائل ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ میں نے کہا کہ جو شخص علم بلا واسطہ کا قائل ہے، وہ کافر ہے، اور جو علم بواسطہ کا قائل ہو یعنی خدا کی عطاء کے واسطہ کا، وہ کافر نہیں، اگرچہ وہ علم محیط ہی کا قائل ہو۔ (افاضات یومیہ، جلد نمبر ۸، صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

یہی تھانوی صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:۔

علم غیب جو بلا واسطہ ہو، وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو، وہ مخلوق کیلئے ہو سکتا ہے۔ (حفظ الایمان مع بسط البنان، صفحہ ۲۱۔ مطبوعہ شرف الرشید شاہکوٹ)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

علم غیب وہ ہے جو مقتضاء ذات کا ہے۔ اور جو باعلام خداوندی ہے، وہ ذاتی نہیں بالسبب ہے۔ وہ مخلوق کے حق میں ہے ممکن، بلکہ واقع ہے۔ اور امر ممکن کا اعتقاد شرک وکفر کیونکر ہو سکتا ہے۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۱۳، کلیات امدادیہ، صفحہ ۸۰۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

قارئین کرام! ہم نے اکابرین علماء دیوبند کی معتبر و مستند کتابوں کے حوالے سے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا علم غیب ماننے والے ہرگز کافر و مشرک نہیں۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے عطائی علم غیب ماننے والا بھی مشرک وکافر ہے، جیسا کہ آجکل جاہل طبقہ کہتا ہے، تو پھر ان پیشوا اکابرین کے بارے میں کیا خیال ہے، جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے علم غیب عطائی کے قائل تھے، وہ مشرک ہوئے یا نہیں؟

معلوم ہوا کہ ہم اہلسنت والے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے اللہ کا عطا کیا علم غیب مانتے ہیں۔ یہ عقیدہ عین قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔ اور اکابرین دیوبند بھی اس کے قائل رہے ہیں۔ اور اب انکار کرنے والا گویا اپنے اکابرین کے اقوال سے بے خبر اور قرآن وحدیث سے جاہل ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جاننا

اس مسئلہ پر تو ہر جگہ نزاع رہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شرک و بے دینی ہے۔ حالانکہ کوئی بھی کلمہ گو مسلمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ یا صفت الوہیت کے ساتھ ہر جگہ موجود نہیں مانتا۔ بلکہ حاضر و ناظر کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ ہر جگہ موجود اور جلوہ گر ہیں، اور ہر چیز کا مشاہدہ فرمارہے ہیں۔ اگر یہ عقیدہ رکھنے والا اور اس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننے والا مشرک ہے، تو پھر ملاحظہ ہو:-

مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:-

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ کو بعد لحاظ صلہ "مِنْ اَنْفُسِہِمْ" کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی اُمت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہے۔ (تحذیر الناس، صفحہ ۱۴۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

علامہ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:-

و باشد رسول شما بر شما گواہ، زیرا کہ او مطلع است بہ نور نبوت بہ رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ، و حقیقت ایمان او چیست۔ و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است۔ پس او رامی شناسد گناہان شمارا و درجاتِ ایمان شمارا، و اعمال نیک و بد شمارا، و اخلاص و نفاق شمارا، و لہٰذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است۔

(ترجمہ) اور یہ رسول تم پر گواہ ہونگے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نورِ نبوت سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ میں ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے، اور کون سا حجاب اس کی ترقی میں مانع ہے۔ پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو جانتے ہیں۔ لہٰذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع اُمت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔ (تفسیر عزیزی، جلد ۱، صفحہ ۶۳۶۔ مطبوعہ بمبئی ہندوستان)

مولانا شبیر احمد عثمانی آیت اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ کے تحت اپنی تفسیر عثمانی میں لکھتے ہیں:-

مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے، اس نور اعظم کی، جو آفتابِ نبوت سے پھیلتا ہے۔ آفتاب نبوت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئے۔ بنابریں مومن (مِنْ حَیْثُ ھُوَ مُؤْمِنٌ) اگر اپنی حقیقت سمجھنے کیلئے حرکت فکری شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیشتر اس کو پیغمبر علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی، اس اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے۔ (تفسیر عثمانی، صفحہ ۵۵۶، حاشیہ نمبر ۶۔ مطبوعہ سعودیہ)

علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الْفِضَآءُ مُمْتَلِئٌ بِرُوْحِهٖ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَھِیَ تَتَمَوَّجُ فِیْهِ تَمَوُّجَ الرِّیْحِ الْعَاصِفَةِ

(ترجمہ) بیشک تمام فضاء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک سے بھری ہوئی ہے۔

اور روح مبارک اس میں تیز ہوا کی مانند موجیں مار رہی ہے۔ (فیوض الحرمین، صفحہ ۲۸)

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں:۔

مرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہئے کہ شیخ کی روح کسی خاص جگہ میں مقید و محدود نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہوگا، خواہ قریب ہو یا بعید تو گو شیخ کے جسم سے دور ہے، لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں۔ جب اس مضمون کو پختگی سے جانے رہے گا اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے گا، تو ربط قلب پیدا ہو جائیگا اور ہر دم استفادہ ہوتا رہے گا۔ (امداد السلوک، صفحہ ۶۴۔ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور)

لگے ہاتھوں گنگوہی صاحب کی ایک اور بات مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے قلم سے ملاحظہ فرماتے چلیں:۔

ایک دفعہ حضرت گنگوہی جوش میں تھے اور تصورِ شیخ کا مسئلہ درپیش تھا۔ فرمایا، کہہ دوں، عرض کیا گیا فرمایئے۔ پھر فرمایا، کہہ دوں، عرض کیا گیا، فرمایئے۔ تو فرمایا کہ تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ پھر اور جوش آیا۔ فرمایا، کہہ دوں۔ عرض کیا گیا کہ حضرت! ضرور فرمایئے۔ فرمایا کہ (اتنے) سال حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات آپ سے پوچھے بغیر نہیں کی۔ یہ کہہ کر اور جوش ہوا۔ فرمایا کہ اور کہہ دوں۔ عرض کیا گیا کہ فرمایئے، مگر خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ بس رہنے دو۔ اگلے روز بہت سے اصراروں کے بعد فرمایا کہ بھائی پھر احسان کا مرتبہ رہا۔ (ارواح ثلاثہ۔ یعنی حکایات اولیاء، صفحہ ۲۶۵)

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ایک مجذوب کا واقعہ لکھتے ہیں:۔

محمد الحضری مجذوب' ابدال میں سے تھے۔ آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نمازِ جمعہ بیک وقت پڑھایا۔ اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔ (جمال الاولیاء، صفحہ ۱۸۸)

تھانوی صاحب کے پر دادا کا قتل کے بعد گھر آنا۔

تھانوی صاحب خود لکھتے ہیں:۔

(پر دادا صاحب) کی شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی۔ اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کروگے، تو (ہم) اسی طرح روز آیا کریں۔ لیکن ان کے گھر والوں کو اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں۔ اس لئے ظاہر کردیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے۔یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔ (اشرف السوانح، جلد نمبر ۱، صفحہ ۱۵۔ مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

قارئین کرام! ہم نے حوالہ جات کثیرہ سے اس بات کو ثابت کردیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننا کفر و شرک نہیں۔ ہم اہلسنت وجماعت والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم بشری کے ساتھ ہر جگہ موجود ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے۔ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح آسمان کا سورج اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر موجود ہے۔ لیکن اپنی روشنی اور نورانیت کے ساتھ روئے زمین پر موجود ہے۔ اسی طرح نبوت کے آفتاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جسم اطہر جسم بشری کے ساتھ گنبد خضراء میں جلوہ گر ہیں۔ لیکن اپنی روحانی اور علمیت کے ساتھ ہر جگہ جلوہ گر ہیں۔ اگر یہ عقیدہ رکھنا کفر و شرک اور گمراہی ہے۔ تو ان اکابر دیوبند کے متعلق کیا فتویٰ ہے...... مشرک ہوئے کہ نہیں؟

اگر پیشوایانِ دیوبند یہی عقیدہ رکھیں تو ان کی توحید میں کچھ فرق نہیں آتا اور اگر ہم نے بعینہٖ وہی عقیدہ اپنایا تو مشرک ہوئے...... یہ کیسا انصاف ہے؟

مسئلہ نور و بشر

خداوند قدوس نے تمام اشیاء سے پہلے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور مبارک کو پیدا فرمایا۔ پھر اسی نور مقدس کو بشریت کا لباس پہنا کر تمام انبیاء کے آخر میں مبعوث فرمایا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہر کے اعتبار سے بشر ہیں، اور اپنی حقیقت کے اعتبار سے نور ہیں۔ بعض مخالفین ہمارے متعلق یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت والے حضور علیہ السلام کی بشریت کے قائل ہی نہیں۔ (لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ)

امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں ہیں وہ قطعاً کافر ہے۔ (چند سطور کے بعد لکھا):۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت ظاہری بشری ہے، حقیقت باطنی بشریت سے ارفع و اعلیٰ ہے، یا یہ کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں ہیں، وہ سچ کہتا ہے اور جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے۔ قال تعالیٰ:۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ

(فتاویٰ رضویہ، جلد نمبر ۶، صفحہ ۶۷۔ مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

معلوم ہوا کہ ہم اہل سنت والے حضور علیہ السلام کی نورانیت کے بھی قائل ہیں اور بشریت کے بھی، مگر مخالفین ہمیشہ جھگڑا کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہماری مثل بشر تھے، وہ نور نہیں تھے اور جو کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانیت کا قائل ہو وہ کافر و مشرک ہے۔ (العیاذ باللہ) اگر یہ کفر و شرک ہے تو پھر ملاحظہ ہو:۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی زیر آیت قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ لکھتے ہیں:۔

یہ ایک مختصر سی آیت ہے۔ اس میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی دو نعمتوں کا عطا فرمانا اور ان دونوں نعمتوں پر اپنا احسان ظاہر فرمانا بیان فرمایا ہے۔ ان دونوں نعمتوں میں ایک تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود باوجود ہے۔ اور دوسری نعمت قرآن مجید کا نزول ہے۔ (مواعظ میلاد النبی، صفحہ ۱۲۔ مطبوعہ کتب خانہ جمیلی لاہور)

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:۔

شاید نور سے خود نبی کریم صلعم اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہے۔ (تفسیر عثمانی، صفحہ ۱۴۶، حاشیہ نمبر ۱۱۔ مطبوعہ سعودیہ)

علامہ عاشق الٰہی میرٹھی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:۔

نور سے مراد سیدنا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ذات گرامی ہے۔ (تفسیر انوار البیان، جلد نمبر ۲، صفحہ ۵۷)

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں:۔

نور سے مراد حبیبِ خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ذات ہے۔ (امداد السلوک، صفحہ ۱۹۹۔ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور)

یہی مولانا گنگوہی صاحب چند سطور بعد لکھتے ہیں:۔

منیر روشن کرنے والے اور دوسروں کو نور دینے والے کو کہتے ہیں۔ پس اگر کسی دوسرے کو روشن کرنا انسان کیلئے محال ہوتا، تو ذات پاک (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو بھی یہ کمال حاصل نہ ہوتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو اتنا مطہر بنالیا کہ نور خالص بن گئے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو نور فرمایا، اور شہرت سے ثابت ہے کہ آنحضرت کے سایہ نہ تھا اور ظاہر ہے کہ نور کے علاوہ ہر جسم کا سایہ ضرور ہوتا ہے۔ (امداد السلوک، صفحہ ۱۹۹-۲۰۰۔ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور)

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ایک شعر لکھتے ہیں:۔

نبی خود نور اور قرآن ملا نور
نہ ہو کیوں مل کے نورٌ علیٰ نور

(مواعظ میلاد النبی از تھانوی، صفحہ ۱۱)

یہی تھانوی صاحب پھر ایک مقام پر لکھتے ہیں:۔

حضور کا ایک وجود سب سے پہلے پیدا فرمایا، اور وہ وجود نور کا ہے۔ کہ حضور اپنے وجود نوری سے سب سے پہلے مخلوق ہوئے ہیں۔ (مواعظ میلاد النبی، صفحہ ۱۰۴)

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی "فتاویٰ رشیدیہ" میں لکھتے ہیں:۔

سوال:۔ ﴿ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ ﴾ اور ﴿ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ﴾ ۔یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں یا وضعی؟ زید ان کو وضعی بتلاتا ہے۔فقط بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا

جواب:۔ یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں ہیں، مگر شیخ محمد عبد الحق رحمہ اللہ نے "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ" کو نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۱۷۸۔ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

مولانا سید میاں اصغر حسین محدث دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:۔

سوال:۔ سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا ہے؟

جواب:۔ نورِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو۔ حدیث شریف میں ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔

سوال:۔ آپ کے نور کے بعد سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی؟

جواب:۔ قلم کو پیدا فرمایا۔ (رسالہ: علم الاولین، صفحہ ۲۰۔ مطبوعہ ادارہ اسلامیات)

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:۔

پہلی فصل: نورِ محمدی کے بیان میں:۔

پہلی روایت: عبد الرزاق نے اپنی سند کیساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (بایں معنیٰ کہ نورِ الٰہی اس کا مادہ نہ تھا، بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرتِ الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ الخ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، صفحہ ۶۔ مطبوعہ تاج کمپنی)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے:۔

امام جلال الدین سیوطی نے "خصائص کبریٰ" میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر واقع نہ ہونے کے بارے میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے ﴿ اَخْرَجَ الْحَکِیْمُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ ذُکْوَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یُرٰی ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ ﴾ اور تواریخ حبیب اللہ میں مفتی عنایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، آپ کا بدن (اقدس) نور تھا۔ اسی وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا۔ مولوی جامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا سایہ نہ ہونے کا خوب نکتہ لکھا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد نمبر ۱، صفحہ ۱۴۲۔ از مفتی شفیع صاحب)

قارئین کرام! مسئلہ نور و بشر پر بھی ہم نے مستند دلائل نقل کئے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ جیسا کہ آج کل کے عام جاہل اُردو خواں طبقہ یہ کہتا رہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانیت کا قائل کافر و مشرک ہے۔ اس فتوے کے جواب کیلئے ہم نے خود علماء دیوبند کی معتبر و مستند کتابوں کے حوالے سے نورانیتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناقابل تسخیر دلائل نقل کئے تاکہ اس ناقص فتوے کو کامل بنایا جائے کہ اگر نورانیتِ مصطفیٰ کا قائل کافر و مشرک ہے تو جن اکابرین کے ہم نے حوالے دیئے ہیں وہ کافر و مشرک ہوئے کہ نہیں؟ بَیِّنُوْا تُؤْجَرُوْا۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ الحمد للہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ عین قرآن و حدیث اور علماء سلف کے عقیدے کے مطابق ہے اور جن لوگوں نے اپنے ہی اکابرین کے خلاف کوئی نیا عقیدہ گھڑا ہوا ہے، وہ تائب ہو کر اسلاف کے نقش قدم پر چلیں۔

"اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ" **کہنا**

مخالفین "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" پڑھنے والے اور لکھنے والے پر کفروشرک کا فتویٰ لگاتے ہیں کہ اس طرح سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرنا شرک سے خالی نہیں۔

آیئے! اس کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا نظریہ وعقیدہ لکھتے ہیں کہ وہ اس کے قائل تھے کہ نہیں؟

تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

فرمایا، "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے۔ لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ عالم امر مقید بجہت وطرف وقرب وبعد وغیرہ نہیں ہے۔ پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔ (امداد المشتاق، صفحہ ۵۹۔ شمائم امدادیہ، صفحہ ۵۲)

تبلیغی جماعت کے امیر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اپنی مشہور کتاب تبلیغی نصاب (موجودہ نام "فضائل اعمال") میں اسی "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

اس لئے بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ دُرود وسلام دونوں کو جمع کیا جائے، تو زیادہ بہتر ہے۔ یعنی بجائے "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ السلام یانبی اللہ" وغیرہ کے "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ، الصلوٰۃ السلام یانبی اللہ" اسی طرح اخیر تک اَلسَّلَامُ کیساتھ اَلصَّلٰوۃُ کا لفظ بھی بڑھادے تو زیادہ اچھا ہے۔ (تبلیغی نصاب، باب فضائل درود، صفحہ ۷۰۲-۷۰۳)

مخالفین کے اکابر پیشوا مولانا حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں:۔

چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ وہ "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کو سخت منع کرتے ہیں۔ اور اہل حرمین پر سخت نفریں اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اُڑاتے ہیں۔ اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے مقدس بزرگانِ دین اس صورت اور جملہ دُرود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب ونداء کیوں نہ ہوں مستحب ومستحسن جانتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب، صفحہ ۲۴۴۔ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور)

اسی طرح مخالفین حضرات کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کے متعلق مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ:۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان تحقیق عجیب ہی تھی۔ اپنے زمانہ کے امام مجتہد، مجدد اور محقق تھے۔ (ملفوظات حکیم الامت، جلد نمبر ۸، صفحہ ۱۸)

یہی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا طریقہ لکھتے ہیں کہ:۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منور چہرے کے ساتھ تصور کرے اور "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کی داہنے اور "الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ" کی بائیں اور "الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ" کی ضرب دل پر لگائے۔ (ضیاء القلوب، صفحہ ۶۱۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

تو ثابت ہوا کہ "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کہنا جائز و مستحب و مستحسن ہے۔ اگر اس طرح کہنا شرک ہوتا تو از راہ انصاف سارے اکابرین دیوبند بھی مشرک ہوئے۔

مگر یا للعجب! تھانوی صاحب "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کہیں، پھر بھی حکیم الامت ہی رہیں۔ مولانا زکریا صاحب اسے زیادہ بہترین کہیں، پھر بھی تبلیغی جماعت کے بدستور امیر و پیشوا رہیں۔ مولانا حسین احمد مدنی اسے اپنے مقدس اکابر کا عقیدہ کہیں، پھر بھی شیخ الاسلام ہی رہیں۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کو جائز کہہ کر زیارتِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیلئے اس کی تعلیم دیں، پھر بھی وہ پیر و مرشد اور ولی اللہ رہیں۔

لیکن اگر کوئی حبیبِ خدا، سیّد انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی شیدائی اور فدائی کہے "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" تو اسے کائنات کا بدترین کافر و مشرک بنا دیا جائے؟

خرد کا نام جنوں رکھ دے اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

یہ دوہرا معیار انھیں حضرات کو مبارک ہو۔

دعا میں بحق فلاں کہنا و توسل بالحی والمیت

چونکہ آج کل کے دیوبندی حضرات اسے شرک و بدعت کہتے ہیں، آیئے اس مسئلہ پر بھی چند اکابرین دیوبند کے عقائد دیکھتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب وسیلے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:۔

توسل بالحی وبالمیت دونوں جائز ہیں اور یہاں جس نوع کا توسل تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی اور اس دعا کو وسیلہ بنایا۔ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس لئے نہ ہوسکتا تھا کہ حضور سے دعا کرنا، علم و اختیار سے خارج تھا۔ پس اس سے مطلق توسل بالمیت کا عدم جواز لازم نہیں آیا۔ باقی صحابہ سے خود ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کرنے کی تعلیم فرمائی۔ چنانچہ اعمیٰ کا قصہ مشہور ہے۔ (امداد الفتاویٰ، جلد ۵، صفحہ ۸۹)

یہی تھانوی صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:۔

طبرانی نے کبیر اوسط میں عثمان بن حنیف کا ایک شخص کو خلافتِ عثمانیہ میں ایک دعا سکھلانا، جس میں بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ آیا ہے، نقل کیا ہے، کَذَا فِیْ اِنْجَاحِ الْحَاجَةِ یہ صریح ہے جواز میں۔ (امداد الفتاویٰ، جلد ۵، صفحہ ۳۰۶)

یہی تھانوی صاحب پھر فرماتے ہیں کہ:۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے مدینہ طیبہ میں واپس تشریف لائے، تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیجئے کہ آپ کی مدح کروں۔ چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح خود طاعت ہے، اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کہو، اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے۔ انہوں نے یہ اشعار آپ کے سامنے پڑھے۔ ان میں ایک شعر یہ بھی ہے ۔

وَرَدْتَّ نَارَ الْخَلِیْلِ مُکْتَتِمًا

فِیْ صُلْبِهٖ اَنْتَ کَیْفَ یَحْتَرِقُ

حضرت ابراہیم پر نار گلزار ہوا آپ کے وسیلے سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور مبارک ان کی صلب میں موجود تھا، تو یارسول اللہ! آگ اسے کس طرح جلا سکتی ہے۔ (نشر الطیب، صفحہ ۱۰)

یہی اشرف علی تھانوی صاحب پھر فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں خشک سالی ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے گئے کہ ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان نے ان کے دونوں بازو پکڑے، اور سامنے کھڑا کیا۔ پھر آسمان کی طرف دیکھا اور دعا کی، اے اللہ! ہم آپ کے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے چچا کے ذریعہ آپ کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔ (جمال الاولیاء، صفحہ ۵۴)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری عقیدہ علماء دیوبند لکھتے ہیں کہ:۔

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و صلحاء و اولیاء و شہداء و صدیقین کا توسل جائز ہے۔ ان کی حیات میں یا بعد وفات، بایں طور کہ کہے: "یا اللہ! میں فلاں بزرگ کے توسل سے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں" اسی جیسے اور کلمات کہے۔ (المہند، صفحہ ۳۱)

نوٹ:۔ یاد رہے کہ المہند نامی کتاب مولوی محمود الحسن دیوبندی، مولوی احمد حسن امروہوی، مولوی کفایت اللہ دہلوی، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی اور خود مولوی اشرف علی کی مصدقہ ہے۔

مولانا حسین احمد مدنی صاحب اکابر علماء دیوبند کے عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

یہ مقدس اکابر ہمیشہ اولیاء و انبیاء عظام سے توسل کرتے رہتے ہیں، اپنے مخلصین کو اس کی ہدایت کرتے رہتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب، صفحہ ۲۳۵۔ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور)

مولانا رشید احمد صاحب وسیلہ سے متعلق لکھتے ہیں:۔

توسل خواہ احیاء سے ہو یا اموات سے، ذوات سے ہو یا اعمال سے، اپنے اعمال سے ہو یا غیر کے اعمال سے۔ بہر حال اس کی حقیقت اور ان سب صورتوں کا مرجع توسل برحمۃ اللہ تعالیٰ ہے۔ بایں طور کہ فلاں مقبول بندہ پر جو رحمت ہے، اس کے توسل سے دعا کرتا ہوں۔ الخ (احسن الفتاویٰ، جلد نمبر ۱، صفحہ ۳۲۲)

تھانوی صاحب خود مجذوب کی دعا کی برکت سے جو بصورت پیشین گوئی ظاہر ہوئی تھی، پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے دعا ہی کے وقت نام بھی رکھ دیئے تھے، کہ ایک کا اشرف علی نام ہوگا اور ایک کا نام اکبر علی، اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک ہمارا ہوگا، وہ حافظ اور مولوی ہوگا اور دوسرا تمہارا ہوگا۔ اور چونکہ میں ایک مجذوب کی دعا سے پیدا ہوں۔ یہ خاص رنگ آزادی طبیعت میں اسی کا اثر ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت، جلد ۷، صفحہ ۲۵۸)

اسی کے متعلق دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

مجذوب سے والدہ صاحبہ کے متعلق عرض کیا گیا تھا کہ اس کے اولاد زندہ نہیں رہتی۔ انہوں نے فرمایا کہ کیسے زندہ رہے۔ عمر اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی کھینچاتانی میں مر جاتے ہیں اب کی بار اولاد ہو تو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سپرد کر دینا۔ (یعنی دونوں کے نام علی کے نام پر رکھنا۔ مؤلف) (ملفوظات حکیم الامت، جلد ۴، صفحہ ۲۱۰)

دوسری جگہ تھانوی صاحب اس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

میں مجذوب صاحب کی دعا سے پیدا ہوا ہوں۔ ان ہی کی روحانی توجہ وہی رنگ میرے مزاج کا بھی ہو گیا اور اتفاقی بات کہ انہوں نے اوّل میرا نام اشرف علی خان ہی رکھا تھا۔ بطور پیشین گوئی کے یہ فرمایا تھا کہ دو لڑکے پیدا ہوں گے۔ ایک کا نام اشرف علی خان اور دوسرے کا نام اکبر علی خان رکھنا۔ ایک میرا ہوگا، وہ مولوی حافظ ہوگا، اور دوسرا تمہارا۔ مجذوب صاحب سے عرض کیا گیا کہ اشرف علی خان آپ نے نام تجویز کیا، وہ پٹھان ہوگا۔ ہنس کر فرمایا، نہیں نہیں اشرف علی، اکبر علی۔ (ملفوظات حکیم الامت، جلد ۱، صفحہ ۳۴۳)

معلوم ہوا کہ دیوبندی حضرات کے حکیم الامت صاحب خود ہی مجذوب کی دعا کے طفیل پیدا ہوئے ہیں۔ اب اولیائے کرام کے متعلق کچھ فتوے بازی کرنا سورج کو انگلی سے چھپانے کے مترادف ہے۔ ان واقعات سے ان کے بہت سے گھڑے ہوئے عقائد کی وضاحت بھی ہو گئی۔

﴿ ہم ان کی ہدایت کیلئے دعا گو ہیں ﴾

حیات انبیاء و اولیاء و استمداد از اہل قبور

آج کل کے دیوبندی حضرات اس مسئلہ پر بھی بڑا تشدد کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی کی زیارت کا قصد کریں، روضۂ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی زیارت کی نیت کر کے جانا شرک ہے۔ اولیاء کرام کے مزارات پہ جانا اور ان سے فیضِ باطنی حاصل کرنے والا بھی مشرک ہے۔ چونکہ وہ اپنی قبروں میں مردہ ہیں، اس لئے ان کے پاس جانا، حاجتیں مانگنا شرک و بدعت اور قبر پرستی ہے۔

اگر یہ عقیدہ شرک اور قبر پرستی ہے، تو ملاحظہ فرمائیں:۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری علمائے دیوبند کا عقیدہ لکھتے ہیں:۔

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سیّد المرسلین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) (ہماری جان آپ پر قربان) اعلیٰ درجہ کی قرابت اور نہایت ثواب اور سبب حصولِ درجات ہے، بلکہ واجب کے قریب ہے۔ (المہند، صفحہ ۲۸)

یہی علامہ خلیل احمد صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:۔

بہتر یہ ہے کہ جو ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ خالص قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے۔ (المہند، صفحہ ۲۸)

یہی خلیل احمد صاحب حیات انبیاء کے متعلق اپنا عقیدہ لکھتے ہیں کہ:۔

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے، جو حاصل ہے تمام مسلمان بلکہ سب آدمیوں کو۔ (المہند، صفحہ ۳۲)

پھر چند سطور کے بعد لکھا ہے کہ:۔

انبیاء و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسے دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا، اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ کو چاہتی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، حیاتِ اولیاء و تصرفاتِ اولیاء بعد از وفات کے متعلق لکھتے ہیں:۔

اولیاء اللہ کی کرامات اور تصرفات بعد ممات بھی ثابت ہیں اس کو شرک کہنا بھی غلط ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، ج ۳، ص ۱۷۸)

مولانا اشرف علی تھانوی رفع ظلمت کیلئے مزارات پر جاتے تھے۔ لکھتے ہیں:۔

آخر میں نے چاہا کہ کس طرح اس ظلمت کو دفع کروں، تو سوچا کہ اس ظلمت کی وجہ محض یہ ہے کہ اہل باطل کے ایک عمل کے اندر مشغولی رہی ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ العِلَاجُ بِالضِدِّ۔ تو اہل نور کی صحبت اس کا علاج ہے۔ پس کچھ عرصہ اہل نور کی صحبت میں بیٹھنا چاہئے۔ تو اس وقت زندوں میں تو کوئی ایسا قریب موقع میں ملا نہیں کہ کچھ عرصہ تک اس کی صحبت اختیار کی جاتی۔ لہٰذا پھر یہ کیا کہ بزرگوں کے مزارات پر گیا۔ چنانچہ وہاں تین کوس کے فاصلے پر ایک بزرگ کا مزار ہے۔ وہاں گیا۔ تب ظلمت رفع ہوئی۔ (ملفوظات حکیم الامت، جلد۹، صفحہ ۵۱)

یہی تھانوی صاحب دوسری جگہ مزاراتِ اولیاء کرام کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

اور جن بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہو کر اُنس محسوس ہوتا ہے، وہ حضرات وہ ہیں کہ مخلوق کی طرف بھی متوجہ ہیں۔ اسی مخلوق کی طرف ان کی توجہ اور شفقت کا یہ اثر ہے کہ ان کے مزار پر بجائے ہیبت کے انس محسوس ہوتا ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت، جلد۹، صفحہ ۹۳)

تھانوی صاحب مولانا قاسم نانوتوی کی روح کو بھی متصرف سمجھتے ہیں۔ انکے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

مولانا گنگوہی کو بعد انتقال کے دیکھا کہ فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں تو وفات کے بعد خلافت دے دی ہے۔ اس کے معنی میں یہ سمجھا ہوں کہ چونکہ خلافت کی روح تصرف ہے۔ اس لئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی روح کو اللہ تعالیٰ نے تصرف کی قوت عطا فرمادی کہ طالبین کی تربیت اور اصلاح میں معین ہو۔

ایسے بزرگوں کے مزار پر جانے سے یہ خاص نفع بھی ہوتا ہے اور بظاہر یہی وجہ ہے کہ بعضے بزرگوں کے مزار پر تو طبیعت اچٹتی ہے اور بعض کی طرف کھینچتی ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت، جلد۱۰، صفحہ ۱۱۵)

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب حیاتِ اولیاء کے متعلق لکھتے ہیں:۔

جبکہ شہداء کیلئے حیات کی تصریح ہے، اور شہداء بھی اولیاء اللہ ہیں تو اس وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ اولیاء اللہ کیلئے بھی تصریح حیات کی ہوگی۔ یا یوں کہا جاوے کہ جب شہداء کیلئے حیات کی تصریح ہے تو چونکہ اولیاء بھی بحکم شہداء ہیں، بلکہ بعض اولیاء شہداء سے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد۵، صفحہ ۴۷۷)

یہی مفتی صاحب آگے چل کر یوں فرماتے ہیں:۔

سوال:۔ اولیاء اللہ کے تصرفات اور ان کے فیوض و انوار و برکات بعد وصال بھی موجود رہتے ہیں، یا بعد موت ظاہری وہ سب ختم ہو جاتے ہیں۔

جواب:۔ اور فیوض و برکات ان کے بعد ممات کے باقی رہتے ہیں مثلاً یہ کہ ان کی زیارت اور قرب سے زائرین کو برکات حاصل ہوں اور ان پر بھی دُرود و رحمت ہو۔ کیونکہ جب وہ اولیاء مورد رحمت الٰہی ہیں، تو جو شخص ان کی زیارت کرے گا وہ بھی حسب المراتب مستفیض ان کی برکات سے ہو گا۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۵، صفحہ ۴۷۷)

مخالفین حضرات کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اپنے مرشد کی بارگاہ میں یوں التجا کرتے ہیں:۔

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا — تم سوا اوروں سے ہرگز نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا — آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نور محمد! وقت ہے امداد کا

(امداد المشتاق، صفحہ ۱۱۶)

یہی حاجی صاحب اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں:۔

ایکبار میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف پر تین روز تک مقیم رہا۔ حضرت قطب صاحب کے مزار مقدس سے ایک نور کا ستون نکل کر بلند ہوا اور حضرت پیرو مرشد کے جائے اقامت پر جا کر چھپ گیا۔ (امداد المشتاق، ص ۱۴۰)

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:۔

سوال:۔ قبور فقراء و اولیاء و صلحاء پر فاتحہ خوانی کے بعد جو لوگ دعا مانگتے ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو کس طریقہ سے؟

جواب:۔ اس طرح دعا مانگنا درست ہے کہ "یا اللہ! ببرکت اپنے نیک کے، میری حاجت پوری فرما"۔ فقط
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۵، صفحہ ۴۳۰)

قارئین کرام! ان حوالہ جات کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا، ان کا وسیلہ لینا، ان سے فیض لینا، دفع ظلمت کیلئے جانا، ہرگز کفر و شرک اور قبر پرستی نہیں، اسے قبر پرستی کہنا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ اور اگر واقعی یہ کفر و شرک اور قبر پرستی ہے تو جن اکابرین کے حوالے ہم نے دیئے ہیں ان کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے کہ کافر و مشرک اور قبر پرست تھے کہ نہیں؟ بلاوجہ کے جھگڑوں میں مسلمانوں کو اُلجھانے کے بجائے اپنے ہی اکابرین کے نقش قدم پر چلا جائے تو تبھی جھگڑے ختم ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

نام گرامی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سن کر انگوٹھے چومنا

آج کل یہ مسئلہ بھی متشددین کی وجہ سے نزاع کا باعث ہے کہ اذان میں "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ" سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے والے پر مشرک وبدعت کے فتوے لگتے ہیں۔ اگر یہ شرک وبدعت ہے تو ملاحظہ ہو:۔

سوال:۔ اذان میں بوقتِ شہادتین انگھوٹے چومنا اور آنکھوں سے لگانا اور "قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ علامہ شامی نے کنز العباد سے نقل کیا ہے کہ شہادتین کے وقت اذان کے دوران ایسا کرنا مستحب ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم، جلد ۲، صفحہ ۹۰)

یہی مفتی عزیز الرحمٰن صاحب پھر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:۔

استحباب تقبیل ابہامین کی دلیل شامی کی یہ عبارت ہے۔ (عبارت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں) آخر عبارت شامی سے یہ بھی واضح ہوا کہ کوئی مرفوع حدیث صحیح اس بارے میں نہیں ہے۔

غایت یہ کہ ضعیف حدیث پر بھی فضائل اعمال میں عمل کرنا درست ہے۔ مگر اس کی شرط یہ ہے کہ اس فعل کو مسنون نہ سمجھے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۲، صفحہ ۱۰۶)

معلوم ہوا کہ اذان میں نام گرامی سن کر انگوٹھے چومنا ہرگز کفر وشرک نہیں ہے اور یہ کہ یہ اہل سنت کی نئی ایجاد بھی نہیں بلکہ اسلاف کا طریقہ چلا آرہا ہے۔

محفل میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قیام

عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی ہر سال نئے نئے پمفلٹ شائع کئے جاتے ہیں۔ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شرک و بدعت کہا جاتا ہے۔ اگر میلاد منانا شرک و بدعت ہے تو ان حضرات علماء دیوبند پر بھی مشرک و بدعتی ہونے کا فتویٰ لگنا چاہیے۔

مولانا رشید احمد، میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت و حالت پر مسلمانوں کو مطلع کرنا اسلام کا اہم ترین فرض ہے اور ساری تعلیماتِ اسلامیہ کا خلاصہ یہی ہے اور اسی میں مسلمانوں کی بہبودی اور فلاح منحصر ہے۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت بڑے سرور اور فرحت کا باعث ہے۔ اور یہ سرور کسی وقت اور محل کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ ہر مسلمان کی رگ و پے میں سمایا ہوا ہے۔

ابو لہب کی لونڈی ثُوَیبہ نے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر ابو لہب کو پہنچائی تو اس نے خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ مرنے کے بعد لوگوں نے ابو لہب کو خواب میں دیکھا اور اس سے حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ جب سے مرا ہوں، عذاب میں گرفتار ہوں۔ مگر دوشنبہ کی شب کو چونکہ میں نے میلاد النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خوشی کی تھی، اس لئے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

جب ابو لہب جیسے بد بخت کافر کیلئے میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو گئی، تو جو کوئی اُمتی آپ کی ولادت کی خوشی کرے اور حسبِ وسعت آپ کی محبت میں خرچ کرے تو کیونکر اعلیٰ مراتب حاصل نہ کرے گا۔ (احسن الفتاویٰ، جلد ا، صفحہ ۳۴۷)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری، میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق علماء دیوبند کا عقیدہ لکھتے ہیں:۔

حاشا کہ ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کا ذکر، بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے۔ وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذرہ سا بھی علاقہ ہے۔ ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ و اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو، یا آپ کے بول و براز، نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو۔ (المہند، صفحہ ۵۸)

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:۔

کثرت سے علماء اسی طرف گئے ہیں کہ تعظیما کھڑا ہونا جائز ہے، جس کے جواز کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھڑی ہو جاتی تھیں۔ اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے تھے۔ (افاضات یومیہ یعنی ملفوظات حکیم الامت، جلد ۱۰، صفحہ ۶۱)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے۔ جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے، تو اس میں کیا خرابی ہے۔ جب کوئی آتا ہے، تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر اس سردار عالم و عالمیاں کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ (امداد المشتاق از اشرف علی تھانوی، ص ۸۸۔ شمائم امدادیہ، ص ۶۸)

یہی حاجی امداد اللہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے، تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے، لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات بعید نہیں۔ (شمائم امدادیہ، صفحہ ۵۰)

یہی حاجی صاحب ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

رہا یہ اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں اعتقاد کو کفر و شرک کہنا، حد سے بڑھنا ہے۔ کیونکہ یہ امر ممکن ہے عقلاً و نقلاً۔ بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوا ہے۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ، صفحہ ۱۳)

حاجی صاحب میلاد شریف اور قیام کے متعلق اپنا عقیدہ لکھتے ہیں:۔

...... اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد شریف میں شریک ہوتا ہوں۔ بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ، صفحہ ۱۳)

مولانا عبد الحی لکھنوی، میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں:۔

محفل میلاد شریف میں واقعات ولادت و معجزات بیان کرنا خواہ ہندوستان میں یا سندھ میں، ایران میں یا طوران میں، خراسان میں یا ملتان میں، روم میں ہو یا شام میں، جائز ہے۔ میلاد شریف کے متعلق اہل اسلام میں کسی کو انکار نہیں۔ (خلاصۃ الفتاویٰ مع مجموعۃ الفتاویٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۳۵)

مولانا رشید احمد صاحب، قیام تعظیمی کے متعلق فرماتے ہیں:۔

سوال:۔ کسی شخص کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا اور پاؤں پکڑنا اور چومنا تعظیما درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے۔ حدیث سے ثابت ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۵۵۹)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

فرمایا کہ مولد شریف تمامی اہل حرمین کرتے ہیں۔ اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے۔ اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے۔

قارئین کرام! الحمد للہ، ہم نے محفل میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قیام کے متعلق مستند حوالہ جات دیئے ہیں۔ جن سے ثابت ہوا کہ میلاد شریف منانا اور قیام کرنا ہرگز کفر و شرک نہیں۔ اگر میلاد شریف اور قیام واقعی کفر و شرک ہے تو ان اکابرین دیوبند کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ کہ وہ مشرک و کافر تھے کہ نہیں؟ فیصلہ آپ خود کر لیں۔

نبی ولی کی نذر و نیاز کرنا

اس مسئلہ کو بھی آج کل کے عام اُردو خواں کفر و شرک قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ شرک کیسے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی بھی مسلمان کسی نبی یا ولی کو معبود نہیں مانتا اور نہ ہی تَقَرُّب لِغَیْرِ اللہِ عَلٰی وَجْہِ الْعِبَادَۃ کا قصد کرتا ہے۔ بلکہ اس کی نیت نذر و نیاز سے محض ہدیہ اور نذرانہ ہوتی ہے۔ یعنی اس کا ثواب ان کی روحوں کو پہنچے اور یہ بالکل جائز ہے۔ لیکن اگر یہ شرک ہی ہے تو پھر ملاحظہ ہو:۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:۔

بعض یاران طریقت حضرت ایشاں نے ایک مکان خریدا اور بطور خود اس کی تعمیر کی اور حضرت ایشاں (حاجی امداد اللہ) کے نذر کیا۔ (امداد المشتاق، صفحہ ۳۳۔ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

یہی تھانوی صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:۔

جب مثنوی شریف ختم ہو گئی، بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا روم کی نیاز بھی کی جاوے گی۔ گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا، آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں: ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے۔ بلکہ ناجائز، شرک ہے۔ اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا، یہ جائز ہے۔ لوگ انکار کرتے ہیں اس میں کیا خرابی ہے۔ (امداد المشتاق، صفحہ ۸۷)

یہی تھانوی صاحب پھر لکھتے ہیں:۔

فرمایا کہ حنبلی کے نزدیک جمعرات کے دن کتاب احیاء تبرکاً ہوتی تھی۔ جب ختم ہوئی تو تبرک کا دودھ لایا گیا۔ اور بعد دعا کے کچھ حالات مصنف کے بیان کئے گئے۔ طریق نذر و نیاز قدیم زمانہ سے جاری ہے۔ لوگ انکار کرتے ہیں۔ (امداد المشتاق، صفحہ ۹۲)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے:۔

سوال:۔ زید بعد تلاوت قرآن مجید، ثواب اس کا بتوسط آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ازواجِ مطہرات و جملہ بزرگانِ دین کو بخش کر اپنے خاندان کے جملہ مُردوں اور جمیع مومنین و مومنات کی روح کو بخش دیتا ہے۔ ایسا کرنا چاہئے یا نہیں اور بہتر طریقہ ایصالِ ثواب کا کیا ہے؟

جواب:۔ یہ طریقہ ایصال ثواب کا جس طرح زید کرتا ہے اچھا ہے۔ اس میں کچھ حرج نہیں۔ اور زید کو بھی ثواب حاصل ہوتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۵، صفحہ ۳۴۹۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان)

مولانا اسمٰعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں:۔

اول طالب را باید کہ با وضو دوزانو بطور نماز بہ نشیند و فاتحہ بنام اکابرین طریقہ یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہم اللہ وغیرہما خواندہ التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسط ایں بزرگان نماید و بہ نیاز تمام وزاری بسیار از بسیار دعائے کشود کار خود کردہ ذکر دو ضربی شروع نماید۔

(ترجمہ) پہلے طالب کو چاہئے کہ باوضو دوزانو کے طریقے پر بیٹھے اور اسی طریقہ کے اکابر یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہم اللہ وغیرہما کے نام کی فاتحہ پڑھ کر درگاہِ الٰہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے التجا کرے اور انتہائی عجز و نیاز اور کمال تضرع وزاری کے ساتھ اپنی مشکل کے حل کی دعا کر کے دو ضربی ذکر شروع کرے۔ (صراط مستقیم، صفحہ ۱۱۱۔ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

یہی دہلوی صاحب ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

حضرت رسالت پناہ سعد بن معاذ از بعد التماس ایشاں کہ ناگاہ مادرم فوت شدہ دیارائے گفتن نہ یافت، واگر امی یافت وصیت می کرد پس برائے اُے اگر چیزے بکنم نفع بوی خواہد رسید۔ فرمودند کہ چاہ بکن وبگو کہ ایں برائے مادر سعد است۔

(ترجمہ) حضرت سعد بن معاذ صحابی کی والدہ نے وفات پائی، تو انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ کو کچھ کہنے کا موقع نہ ملا، اگر ملتا تو وہ وصیت کرتی اگر میں اس کیلئے کچھ کروں تو کیا اس کو نفع پہنچے گا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک کنواں بناؤ اور کہو کہ یہ سعد کی ماں کیلئے ہے۔ (صراط مستقیم، صفحہ ۵۵)

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی جن کے بارے میں یہی مولانا دہلوی صاحب لکھتے ہیں:۔

جناب ہدایت مآب قدوہ ارباب صدق و صفا زبدہ اصحاب فنا و بقا، سید العلماء و سند اولیاء حجۃ اللہ علی العالمین، وارث الانبیاء والمرسلین مرجع کل ذلیل وعزیز، مولانا و مرشدنا الشیخ عبد العزیز متع اللہ المسلمین بطول بقایہ الخ

یہی شاہ صاحب جنہیں دہلوی صاحب نے اعلیٰ القاب سے یاد کیا ہے، لکھتے ہیں:۔

حضرت امیر و ذریت طاہرہ اور اتمام امت بر مثال پیران و مرشدان می پر ستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند، وفاتحہ وذرود و صدقات ونذر ومنت بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ باجمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔

(ترجمہ) حضرت علی اور ان کی اولاد پاک کو تمام افراد امت پیروں مرشدوں کی طرح مانتے ہیں۔ اور تکوینی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ و دُرود، صدقات اور نذر ان کے نام کی ہمیشہ کرتے ہیں۔ چنانچہ تمام اولیاء اللہ کا یہی حال ہے۔ (پھر بغض اہل بیت کی نسبت ان کی طرف کس طرح دُرست ہے۔) (تحفہ اثنا عشریہ، صفحہ ۳۳۰۔ مطبوعہ ترکی)

اور یہی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی دوسری جگہ یوں فرماتے ہیں:۔

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و بر آں فاتحہ و قل و درود خواندن متبرک می شود، و خوردن بسیار خوب است۔

(ترجمہ) وہ کھانا حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی نیاز کیلئے پکایا جائے، اور جس پر فاتحہ، قل اور دُرود پڑھا جائے، وہ تبرک ہو جاتا ہے۔ اور اس کا کھانا بہت ہی اچھا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی، جلد۱، صفحہ ۷۱۔ مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ کوئٹہ)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

میرے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم قدس سرہ مخدوم شیخ اللہ دیہ، کے مزار شریف کی زیارت کیلئے قصبہ ڈامنہ تشریف لے گئے تھے۔ رات کو ایک ایسا وقت آیا کہ اس حالت میں فرمایا کہ مخدوم صاحب ہماری ضیافت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کے جانا، چنانچہ آپ اور آپ کے ساتھی مزار شریف پر رُک گئے، اور باقی سب لوگ چلے گئے، یہ دیکھ کر آپ کے ساتھی رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اس وقت ایک عورت سر پر طبق رکھے ہوئے جس میں چاول اور مٹھائی تھی آئی:۔

و گفت و نذر کر دہ بودم کہ اگر زوج من بیا بد ہماں ساعتے ایں طعام پختہ بہ نشینند گان درگاہ مخدوم اللہ دیہ رسانم۔ دریں وقت آمد نذر ایفا کردم۔ و آرزو کردم کہ کسے آنجا باشد تناول کند۔

(ترجمہ) اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا شوہر واپس آجائے تو میں اسی وقت یہ کھانا مخدوم اللہ دیہ کی درگاہ پر بیٹھنے والوں کو پہنچاؤں گی۔ میرا شوہر اس وقت آیا ہے تو میں نے منت پوری کی ہے۔ یہ تمنا تھی کہ کوئی وہاں موجود ہو، جو اس کھانے کو کھالے۔ چنانچہ ان سب نے کھایا۔ (انفاس العارفین، صفحہ ۴۵)

اور یہی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند و بخوارند مضائقہ نیست، جائز است و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شود، اغنیاء را ہم خوردن جائز است۔

(ترجمہ) دودھ چاول کسی بزرگ کی فاتحہ کیلئے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکانے اور کھانے میں حرج نہیں ہے۔ جائز ہے اور اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو مالداروں کو بھی کھانا جائز ہے۔ (زبدۃ النصائح، صفحہ ۱۳۲)

یہی شاہ ولی اللہ صاحب ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

پس ازاں سہ صد و شصت مرتبہ سورہ الم نشرح خوانند۔ ختم تمام کند دے را قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند وحاجت از خدا تعالیٰ سوال نمایند۔ ہمیں طور ہر روز بخوانده باشند ان شاء اللہ در ایام معدودہ مقصد بحصول انجامد۔

(ترجمہ) اس کے بعد تین سو ساٹھ مرتبہ سورۂ الم نشرح پڑھے۔ پھر تین سو ساٹھ مرتبہ وہی دعائے مذکور پڑھے۔ پھر دس مرتبہ دُرود شریف پڑھے اور ختم تمام کرے۔ اور تھوڑی سی شیرینی پر فاتحہ بنام خواجگان چشت پڑھے اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے عرض کرے۔ اسی طرح ہر روز کرے ان شاء اللہ چند روز میں مقصد حاصل ہو گا۔ (انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، صفحہ ۱۰۰)

قارئین کرام! اس موضوع پر بھی الحمد للہ ہم نے ناقابل تردید دلائل نقل کئے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ نبی ولی کی نذر نیاز کرنا ہر گز کفر و شرک نہیں۔ اگر یہ نذر و نیاز کفر و شرک ہے تو اپنے ان اکابرین کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ وہ مشرک ہوئے کہ نہیں، تمہارے عقیدے کے مطابق ہوئے اور ضرور ہوئے، تو آپ لوگ ان مشرکوں کو مسلمان مان کر خود مشرک ہوئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

نبی ولی کو مشکل کشا کہنا

چنانچہ آج کل کے موجودہ حضرات دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا کے سوا کسی اور کو مشکل کشا سمجھ کر پکارنا شرک ہے۔ حالانکہ نبی، ولی کو ولی سمجھ کر پکارنا ہرگز شرک نہیں۔ شرک اس وقت ہوگا جب کسی کو معبود سمجھ کر پکارے۔ اگر کسی اور کو مشکل کشا سمجھ کر پکارنا شرک ہے، تو ملاحظہ ہو:۔

دیوبندی حضرات کے حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں:۔

ہادی عالم علی، مشکل کشا کے واسطے۔ (تعلیم الدین، صفحہ ۱۴۲۔ شجرہ طیبہ چشتیہ صابریہ، صفحہ ۲)

یہی تھانوی صاحب پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(حیوۃ المسلمین، صفحہ ۵۱)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں:۔

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے مرے مشکل کشا! فریاد ہے

(نالہ امداد غریب، صفحہ ۲۲۔ کلیات امدادیہ، صفحہ ۹۰)

حضرت تھانوی صاحب ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت علی کو مشکل کشا کہنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا اگر مشکلات کونیہ مراد ہیں تو جائز نہیں اگر مشکلات علمیہ مراد ہیں تو جائز ہے۔ جیسا کہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے:۔

کسے مشکلے برد پیش علی
مگر مشکلش را کند منجلی

(ملفوظات حکیم الامت، جلد ۵، صفحہ ۱۸۱)

اب کیا فرماتے ہیں مخالفین اپنے حکیم الامت کے بارے میں جو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا مشکل کشا فرما رہے ہیں۔ دوسری جگہ مشکل کشا علمی فرما رہے ہیں اور اپنے مرشد حاجی امداد اللہ کے بارے میں جو کہ حضور کو اپنا مشکل کشا کہہ رہے ہیں، مشرک ہوئے کہ نہیں تمہارے عقیدے کے مطابق تو ضرور ہوئے۔ اب آپ حضرات ان کو مسلمان مان کر مشرک ہوئے یا نہیں؟

یا رسول اللّٰہ المدد کہنا

موجودہ دور کے منکرین کو یا تو اپنے اکابرین کے اقوال کا پتا ہی نہیں، یہ اپنے اسلاف کی تعلیمات سے ناواقف ہیں، یا پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی میں یہاں تک حد سے بڑھ گئے ہیں کہ وہ اپنے اکابر کے ارشادات و نظریات کو کچھ بھی وقعت نہیں دیتے۔

اگر پہلی بات ہے یعنی اپنے اکابر کے ارشادات کا علم ہی نہیں تو ان تمام عقائد و نظریات جو لکھے گئے ہیں، کو پڑھ کر توجہ کریں تو خود بھی گمراہی سے بچ جائیں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو بھی گمراہی میں نہ دھکیلیں۔

اگر دوسری بات ہے تو خیر خواہی کے طور پر مودبانہ اپیل ہے کہ وہ اپنی قبریں گندی نہ کریں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دشمنی کا انجام بڑا ہی بھیانک ہے۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب بانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:۔

کروڑوں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام
کرے گا نبی اللہ! مجھ پہ کیا پکار
مدد کر اے کرم احمدی! کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصائد قاسمی، صفحہ ۶۔ الشہاب الثاقب، صفحہ ۲۲۷)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ:۔

یَا شَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ
اَنْتَ فِی الْاَضْطِرَارِیْ مُعْتَمَدِیْ

ترجمہ از نشرالطیب:۔

دستگیری کیجئے میرے نبی
کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

(نشرالطیب، صفحہ ۱۹۴)

یہی تھانوی صاحب اسی جگہ پھر فرماتے ہیں کہ:۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بَابُکَ لِیْ
مِنْ غَمَامِ الْغُمُوْمِ فلتجی

ترجمہ از نشر الطیب:۔

میں ہوں بس اور آپ کا در، یا رسول
ابرِ غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

(نشر الطیب، صفحہ ۱۹۴)

یہی تھانوی صاحب ایک اور جگہ یوں بارگاہِ نبوی میں عرض گزار ہیں کہ:۔

اَغِثْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنِّیْ
لَمَغْبُوْنٌ وَقَنْطِیْ الْعِظَامُ

(ترجمہ) اے خدا کے رسول! آپ میری فریاد رسی فرمایئے
کیونکہ میں نقصان رسیدہ ہوں، اور بڑے بڑے درباروں سے مایوس ہو کر واپس ہوا ہوں۔

(مناجات مقبول، قربات عند اللہ وصلوات الرسول، صفحہ ۲۳۰۔ مطبوعہ دیوبند)

مخالفین حضرات کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں:۔

یا رسول کبریا! فریاد ہے
یا محمدِ مصطفیٰ! فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے مرے مشکل کشا! فریاد ہے

(نالہ امداد غریب، صفحہ ۲۲۔ کلیات امدادیہ، صفحہ ۹۰)

یہی حاجی امداد اللہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:۔

جہاز اُمت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ!

(گلزارِ معرفت، صفحہ ۴۔ کلیات امداد، صفحہ ۲۰۵)

اب کیا فرماتے ہیں مخالفین و منکرین اپنے اکابرین، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی مولانا، اشرف علی صاحب تھانوی اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے بارے میں جو کہ حضور علیہ السلام کو "یا" کہہ کر پکار بھی رہے ہیں اور مدد بھی طلب کر رہے ہیں' مشرک ہوئے یا نہیں۔

اگر ہوئے، اور آپ کے عقیدے کے مطابق ضرور ہوئے، تو آپ لوگ ان مشرکوں کو مسلمان مان کر خود مشرک ہوئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

نعت شریف پڑھنا

کچھ نادان قسم کے لوگ نعت اور نعت خوانی کو بھی کفر و شرک اور گمراہی کہتے ہیں، حالانکہ ایمان سے دیکھا جائے تو پورا قرآن ہی نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور اگر نبی کو خدا کا بندہ سمجھ کر اس کی مخلوق سمجھ کر دی ہوئی کمالات کا بیان کیا جائے یہ کیسے شرک ہو سکتا ہے۔

اگر یہی شرک و گمراہی ہے تو ملاحظہ ہو۔

حکیم الامت حضرت علامہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:۔

سوال:۔ آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح بطریق مشروع کہنا کیسا ہے، عام اس سے کہ نظم ہو یا نثر، الخ

جواب:۔ جائز ہے نظماً ہو یا نثراً، ہر طرح سے بشرطیکہ حدودِ شرعیہ سے متجاوز نہ ہو۔ الخ (امداد الفتاویٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۸۰۔ مطبوعہ دار العلوم کراچی)

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں:۔

سوال:۔ نعت یا حمد کی غزل عاشقانہ کہ جس میں کوئی کذب اور لغو نہ ہو، بلند آواز سے کہ جس میں نشیب و فراز بھی ہو، طبعی یا کسبی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ایسے اشعار کا پڑھنا، بحسن صوت درست ہے۔ اگر اس سے کوئی مفسدہ پیدا نہ ہو۔ فقط (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۵۶۹۔ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

قارئین کرام! یہ مسئلہ بھی واضح ہوا کہ نعت شریف پڑھنا، کفر و شرک اور بدعت نہیں ہے جیسا کہ آج کل کے جہلاء کہتے ہیں۔ اگر واقعی شرک و بدعت ہے تو تھانوی صاحب اور گنگوہی صاحب کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ جبکہ نعت شریف کو جائز لکھ رہے ہیں۔

مکہ و مدینہ میں اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا

ہم اہل سنت وجماعت والے اذان کے بعد درود پڑھتے ہیں جو کہ (صلوٰۃ) کے نام سے مشہور ہے۔ بعض سادہ لوح قسم کے مسلمانوں کو یہ کہہ کر گمراہ کیا جاتا ہے کہ اگر صلوٰۃ پڑھنا واقعی کوئی شرعی چیز ہے تو پھر مکہ و مدینہ میں اذان کے بعد کیوں پڑھا نہیں جاتا ہے؟

آیئے اس مسئلہ کو بھی مخالفین کی کتابوں سے ثابت کروں کہ مکہ اور مدینہ منورہ میں پہلے اہل اسلام کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اذان کے بعد صلوٰۃ پڑھتے تھے، مگر نجدیوں کے غلبہ کے بعد اسے بدعت کہہ کر ختم کیا گیا۔ ملاحظہ ہو:۔

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اوّل عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں:۔

سوال:۔ اذان سے قبل "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ" وغیرہ جس کو صلوٰۃ کہتے ہیں اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں ہوتی ہے۔ یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۲، صفحہ ۱۰۶، سوال نمبر ۱۳۳۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان)

قارئین کرام! اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ جس وقت دار العلوم دیوبند سے یہ مسئلہ پوچھا گیا اس وقت تک بھی الحمدللہ مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ میں مسلمانوں کا یہ طریقہ رہا ہے۔ کہ وہ اذان سے قبل "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" یعنی صلوٰۃ پڑھتے رہے۔ لیکن نجدیوں اور وہابیوں نے وہاں غلبہ حاصل کرلیا، تو انہوں نے ہر چیز کو شرک وبدعت کہہ کر بند کردیا جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ چنانچہ اس کی مکمل تفصیل فتوحاتِ اسلامیہ، جلد ۲، صفحہ ۲۱۹، مطبوعہ ہرات افغانستان میں ملاحظہ ہو کہ نجدیوں نے کس طرح صلوٰۃ کو ختم کیا ہے۔

جیسا کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:۔

چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

(افاضات یومیہ، جلد ۴، صفحہ ۳۳)

دعا بعد نمازِ جنازہ

دعا بعد نماز جنازہ کو بھی کچھ لوگ بدعت کہہ کر ختم کرنے کے درپے ہیں اور دعا مانگنے والوں پر فتوؤں کی بھرمار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان جاہلوں کو اتنا بھی پتا نہیں کہ خدا سے مانگنے کیلئے کوئی ٹائم ٹیبل مقرر نہیں ہے۔ اور اگر خدا سے نہیں مانگو گے، تو پھر خدا کے علاوہ اور کون سا دروازہ ہے، جہاں جاکر مانگو گے، حالانکہ لوگوں کو تو درس دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور سے مانگنا شرک ہے اور حال یہ ہے کہ خود خدا سے بھی مانگنے پر شرماتے ہیں۔

دعا بعد جنازہ ہرگز شرک وبدعت نہیں ہے، اگر دعا بعد از نمازِ جنازہ واقعی شرک وبدعت ہے تو پھر ملاحظہ ہو:۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:۔

سوال:۔ بعد نمازِ جنازہ قبل دفن چند مصلّیوں (نمازیوں) کا ایصال ثواب کیلئے سورۂ فاتحہ ایک بار، سورۂ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا اور امام جنازہ یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ الخ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۵، صفحہ ۴۳۵، سوال نمبر ۳۱۴۴۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

کفن پر کلمہ شہادت لکھوانا

سوال:۔ میت کے کفن پر کلمہ شہادت پنڈوں سے لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ کفن میت پر یا سینہ پر یا جبہ پر انگشت سے بغیر سیاہی بعد الغسل قبل تکفین جائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۵، صفحہ ۴۳۷۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

بعد دفن میت کیلئے دعا کرنا

سوال:۔ میت کیلئے دعا کرنا کہ جواب منکر نکیر میں ثابت قدم رہے اور تخفیف کیلئے کلمہ پڑھنا بعد دفن کے جائز ہے یا نہ؟

جواب:۔ یہ جائز ہے۔ کلمہ پڑھتے رہیں اور میت کیلئے جواب منکر ونکیر میں ثابت رہنے کی دعا کرتے رہیں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۵، صفحہ ۳۹۴، ۴۰۰)

بعد دفن بعض مخصوص آیتوں کا پڑھنا

سوال:۔ جب مُردہ کو قبر میں رکھ دیتے ہیں اور قبر تیار ہو جاتی ہے، اس وقت دو آدمی ایک مردہ کے سر پر کھڑا ہو کر سورۂ بقرہ کی اوّل کی تین آیتیں پڑھتا ہے اور اُنگلی سے اشارہ بھی کرتا ہے اور دوسرا پیروں کی طرف کھڑا ہو کر سورۂ بقرہ کا اخیر رکوع پڑھتا ہے۔ اس کے پڑھنے سے مُردہ کو کچھ ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟ حدیث سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں۔ الخ

جواب:۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قبور کے سرہانے سورۂ بقرہ کی اوّل کی آیتیں اور پیروں کی طرف سورۂ بقرہ کی آخیر کی آیتیں پڑھنا مستحب ہے۔ شامی میں ہے کہ "وکان ابن عمر یستحب ان یقرا علی القبر بعد الدفن اول سورۃ البقرہ وخاتمھا" اور مشکوٰۃ شریف میں اس روایت کو مرفوع کہا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف پھر نقل کیا۔ بیہقی سے کہ صحیح یہ ہے کہ روایت موقوف ہے ابن عمر پر۔ الخ

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۵، صفحہ ۳۹۰۔ افاضات یومیہ، جلد ۵، صفحہ ۲۱۳)

تین بار دعا مانگنا سنت ہے

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:۔

فرمایا، بعد لوگ شکایت کیا کرتے، کہ یہ تو معلوم ہے کہ دعا مانگنا ضروری ہے، مگر جب ہم دعا مانگتے ہیں تو ہمارا دعا میں جی نہیں لگتا۔ اس لئے یہ لوگ دعا نہیں مانگتے۔ سو وجہ اس شکایت کی یہ ہے کہ لوگوں کو دعا کی خاصیت معلوم نہیں۔ دعا کی خاصیت یہ ہے کہ اگر کثرت سے مانگی جاوے تو اس میں جی لگنے لگتا ہے۔ اور یہی حکمت ہے اس میں کہ دعاؤں کو تین تین مرتبہ کہنے کو سنت فرمایا گیا ہے۔ الخ (افاضات یومیہ، جلد ۱۰، صفحہ ۲۵۵)

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر بہ او نر سیدی تمام بو لہبی ست

جنازہ اٹھنے سے قبل ایصال ثواب کرنا

یہی مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں:۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! مکان سے میت کا جنازہ اُٹھانے سے قبل مکان ہی پر ایصالِ ثواب کیلئے کچھ تقسیم کر دیا جائے کیسا ہے؟ فرمایا، بہت مناسب ہے۔ عرض کیا کہ ہمارے یہاں رسم ہے کہ نمازِ جنازہ سے فارغ ہو کر کچھ تقسیم کرتے ہیں اور نمازِ جنازہ ایک خاص مقام پر ہوتی ہے۔ وہاں تقسیم کرتے ہیں۔ فرمایا ہاں! تقسیم کرنا، اکثر ریا و تفاخر کی نیت سے ہوتا ہے۔ اس لئے مکان پر ہی تقسیم کرنا مناسب ہے۔ الخ (افاضات یومیہ، جلد ۵، صفحہ ۲۵۷)

قارئین کرام! ہم نے خود علماء دیوبند کی معتبر و مستند کتابوں سے مندرجہ ذیل عقائد کو ثابت کیا ہے:۔

- ❖ بعد دفن قبر پر کھڑے ہو کر قرآن پڑھنا، جسے آج کل کے کچھ نادان مولوی صاحبان حرام تک کہہ دیتے ہیں، حالانکہ یہ حرام و ناجائز نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے، جیسا کہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند کے حوالے سے معلوم ہوا۔
- ❖ یہ بھی ثابت ہوا کہ ہمیشہ تین بار دعا مانگنا ہی سنت ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل کے آرام پسند مولانا صاحبان نے گلو خلاصی کیلئے وہ ایک دعا بھی ختم کردی ہے۔ مگر تھانوی صاحب فرماتے ہیں صرف ایک بار ہی نہیں، بلکہ تین بار دعا مانگنی چاہئے۔ اور یہ سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہے۔
- ❖ بعد نمازِ جنازہ میت کیلئے کوئی چیز ایصالِ ثواب کی نیت سے تقسیم کرنا جیسا کہ ہمارے ہاں عام رواج یہی ہے کہ کھجوریں تقسیم کی جاتی ہیں، مگر مولانا صاحبان نے اپنے بے سر و پا فتووں سے انہیں بھی حرام قرار دیا ہے۔ لیکن تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بالکل جائز ہے اور مناسب بھی یہی ہے۔
- ❖ دعا بعد نمازِ جنازہ پر تو ہر جگہ جھگڑا رہتا ہے کہ نہیں ہونی چاہئے۔ یہ بدعت ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان مولویوں سے پوچھا جائے کہ جنازہ کے بعد میت کے ورثاء سے دعا پر لڑنا جھگڑنا، قبرستان میں کھڑے ہو کر بے محل و بے موقع لمبی تقریر دلپذیر فرمانا، لوگوں سے مختلف مسائل پر بات چیت کرنا، افسوس ہے کہ یہ سب تو جائز ہیں اور صرف اتنی بات ناجائز ہے کہ "یا اللہ! اس مردے کو بخش دے"۔ یہ مردے کے ساتھ دشمنی نہیں تو اور کیا ہے۔ بہر حال فتاویٰ دار العلوم دیوبند کے حوالے سے ثابت ہوا کہ دعا بعد جنازہ جائز ہے۔ اسی طرح میت کو دفن کرنے کے بعد بھی دعا جائز ہے، اور میت کے کفن پر کلمہ شہادت لکھنا یا کوئی اور تبرک رکھنا بالکل جائز ہے۔

پورا سال تبلیغ کیلئے گھر سے باہر رہنا

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:۔

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عورت چار ماہ سے زیادہ شوہر کے بدون صبر نہیں کر سکتی۔ الخ (افاضات یومیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۰۰)

معلوم ہوا کہ پورا سال تبلیغ کے نام پر گھروں سے باہر رہنے والے اللہ ورسول کے سامنے مجرم ہیں۔ اس لئے کہ شرعاً بیوی چار ماہ سے زیادہ بدون شوہر صبر نہیں کر سکتی ہے۔ مگر ایسے بدنصیب بھی ہیں جو ساری عمر کیلئے گھر سے باہر رہتے ہیں۔

یہی تھانوی صاحب پھر ایک مقام پر لکھتے ہیں:۔

بہت سے لوگ آبادی چھوڑ کر جنگل کی طرف دوڑتے ہیں۔ بیوی بچوں کو منہ نہیں لگاتے۔ قطع رحم کو دین سمجھتے ہیں، مگر واقع میں ایسے تعلقات کا قطع کرنا پسندیدہ نہیں۔ (افاضات یومیہ، جلد ۸، صفحہ ۷۸)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کے نام پر مدت تک گھر سے باہر رہنا شرعاً بالکل جائز نہیں ہے۔

عورتوں کا تبلیغ کیلئے نکلنا

چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں:۔

﴿سوال﴾

- کیا عورتوں کا تبلیغ کیلیے سفر کرنا مع محرم کے درست ہے؟
- مردوں کا تبلیغ کو جانا اور اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ کا انتظام بھی نہ کرنا کہاں تک درست ہے؟
- کیا تبلیغ کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے؟ یا واجب ہے، یا سنت ہے؟

جواب:۔ تبلیغ دین ہر مسلمان پر بقدر اس کے مبلغ علم کے لازم ہے۔ لیکن تبلیغ کی غرض سے سفر کرنا، ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے بلکہ صرف ان لوگوں پر جو تبلیغ کی اہلیت بھی رکھتے ہوں اور فکرِ معاش سے بھی فارغ ہوں۔ تبلیغ کیلیے سفر کرنا جائز ہے۔ فرض لازم ہر مسلمان کے ذمے نہیں ہے۔ اور عورتوں کا تبلیغ کیلیے گھر سے نکلنا زمانہ خیر الامم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں نہ تھا اور نہ اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے، کہ عورتیں تنہا تبلیغ کیلیے سفر کریں۔ عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ حج فرض کیلیے بھی بغیر محرم کے جانا جائز نہیں، تو صرف تبلیغ کیلیے کیسے جا سکتی ہے۔ (کفایت المفتی، جلد ۲، صفحہ ۱۰)

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ جب عورت مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آسکتی، حج کیلیے محرم کے بغیر نہیں جا سکتی تو نام نہاد تبلیغ کے نام پر وہ کیسے گھروں سے باہر نکل سکتی ہیں۔

پیشانی کی سیاہی

اکثر تبلیغی جماعت والوں کی پیشانی پر سیاہ داغ دور ہی سے نظر آتا ہے، جسے وہ اپنی دینداری اور نمازی ہونے کا شناختی کارڈ سمجھتے ہیں۔ مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔

چنانچہ تھانوی صاحب اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام، خصوصاً خلفائے راشدین علیہم الرضوان کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنا عند اللہ نہایت ہی مبغوض اور مردود فعل ہے۔ گستاخ اور بے ادب کبھی مقصود تک راہ نہیں پاسکتا۔ کبھی صورت تک مسخ ہو جاتی ہے۔ بعض گستاخ فرقے اس باب میں بہت دلیر اور جری ہیں۔ ہندوؤں کے چہرہ میں بھی وہ ظلمت اور بے رونقی نہیں جو ان گستاخوں کے چہرے پر ہوتی ہے۔ جس کا راز یہ ہے کہ کفر ایک باطنی لعنت ہے۔ اس کا اثر باطن پر زیادہ ہوتا ہے اور گستاخی ایک ظاہری بے ہودگی ہے اس کا اثر ظاہر پر زیادہ ہوتا ہے اور یہ سب بے ادبی اور گستاخیوں کے ثمرات ہیں۔ اور ان گستاخوں میں سے بعض کے چہروں اور پیشانیوں پر گو سجدوں کے نشان نمایاں ہوتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی کھرا پن بھی ہوتا ہے، جس کو دیکھ کر وحشت ہوتی ہے، ملاحت نہیں ہوتی۔ (افاضات یومیہ، جلد ۵، صفحہ ۲۶۷)

دعوتِ فکر

تھانوی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جن کے چہروں پر سیاہ داغ لگے ہیں، یہ ان کی گستاخی کی علامت ہے، اور بے ادبی و گستاخی کے ثمرات میں سے جو سجدے کی جگہ پر پھوٹ نکلتا ہے۔ ساری زندگی تبلیغ کرنے کے باوجود صبح و شام تسبیح ہاتھ میں لیکر ہونٹوں کو بھرپور ہلانے کے باوجود ان کے چہروں پر کوئی رونق نہیں، بلکہ غور سے اگر ان کے چہرے دیکھے جائیں تو ملاحت کے بجائے انسان کو وحشت ہو جاتی ہے۔

اگر واقعی یہ اسلام کیلئے تبلیغ کی جا رہی ہے تو ان کے چہروں پر نور ہونا چاہئے تھا، نہ کہ سیاہ نشان، ان کے تو چہروں پر ہر وقت کالا کالا نور نظر آتا ہے۔

عرس منانا

عرس کے موضوع پر بھی ہر سال پمفلٹ شائع کئے جاتے ہیں کہ عرس پر جانا، طعام میں سے کھانا اور ہر سال عرس منانا، یہ شرک ہے۔ حالانکہ یہ کیسے شرک ہو سکتا ہے۔ اس موضوع پر مکمل تفصیل دیکھنے کیلئے فقیر کی کتاب "عرس کی شرعی حیثیت" کا ضرور مطالعہ کریں۔

اگر بزرگانِ دین کا عرس منانا شرک ہے تو پھر ملاحظہ ہو:۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

جب منکر نکیر قبر میں آتے ہیں مقبولانِ الٰہی سے کہتے ہیں نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ عرس کہ رائج ہے، اسی سے ماخوذ ہے۔ اگر کوئی اس دن کو خیال رکھے اور اس دن میں عرس کرے، تو کون سا گناہ لازم ہوا۔ (شمائم امدادیہ، صفحہ ۶۸۔ امداد المشتاق، صفحہ ۸۸)

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے والد گرامی خود عرس مناتے تھے۔ چنانچہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

تھانہ بھون میں ایک شاہ ولایت صاحب کا مزار ہے۔ یہ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں، اور اہل وجدان سے۔ معلوم ہوا کہ بہت بڑے مرتبہ کے بزرگ ہیں۔ ان کے مزار پر عرس بھی ہوتا ہے۔ عرس کے موقع پر والد صاحب مرحوم بڑے اہتمام سے التزاماً کھانا پکوا کر وہاں بھجوایا کرتے تھے۔ (اشرف السوانح، جلد ۴، صفحہ ۴۴)

انہی تھانوی صاحب کے اپنے پر دادا کا بھی عرس منایا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت تھانوی صاحب لکھتے ہیں، ملاحظہ ہوں:۔

پر دادا صاحب تو کیرانہ اور شاملی کے درمیان جہاں پختہ سڑک ہے، شہید ہوئے اور وہیں پر پیر سماء الدین صاحب کے مزار کے پاس دفن کئے گئے، اور شروع میں بہت عرصہ تک ان کا عرس بھی ہوتا رہا۔ (اشرف السوانح، جلد ۱، صفحہ ۱۵)

قارئین کرام! ہم نے اختصار کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے چند حوالہ جات نقل کئے اور یہ ثابت کیا کہ عرس بزرگانِ دین منانا ہرگز شرک و بدعت نہیں۔ اگر واقعی شرک و بدعت ہے، تو علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، ان کے والد گرامی اور پر دادا صاحب کے بارے میں کیا خیال ہے کہ وہ مشرک و بدعتی تھے یا نہیں؟ آپ کے عقیدے کے مطابق یقیناً وہ مشرک و بدعتی قرار پائیں گے۔ اگر نہیں، تو ہم اہل سنت والوں نے کیا قصور کیا ہے؟

اس پر مزید حوالہ جات کیلئے فقیر کی کتاب "عـــرس کی شـرعی حیثیـــت" کا ضرور مطالعہ کریں۔

مزاراتِ اولیاء پر قبہ بنانا

مزاراتِ اولیاء پر قبے جو بنائے جاتے ہیں، وہ صرف اس صاحبِ مزار کی تعظیم کی خاطر، مگر آج کل کچھ اُردو خوان مولویوں نے اسے بھی شرک لکھا ہے۔ حالانکہ ان جہلاء کو ابھی تک شرک کی تعریف تک کا بھی پتا نہیں، ورنہ ایسی غلطی کبھی بھی نہ کرتے۔ مزاراتِ اولیاء علماء پر قبہ بنانا بالکل جائز ہے۔ اگر یہ شرک ہے تو پھر حوالہ ملاحظہ ہوں:۔

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اوّل، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:۔

سوال:۔ قبر کو پختہ بنانے اور ان پر قبہ وغیرہ بنانا احادیث سے ثابت ہے یا نہیں۔ اور ایک بالشت کے برابر اگر بطور آثار بنادی جائے تو اس میں کچھ حرج تو نہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روضہ مبارک کب سے بنایا گیا ہے؟ اور بنے ہوئے کو گرانا کیسا ہے؟

جواب:۔ قبر کو پختہ بنانے اور اس پر کچھ بنا کرنے کی ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔ ﴿ نھیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن تجصیص القبور وان یکتب علیھا وان یبنیٰ علیھا ﴾ رواہ مسلم۔ اور شامی میں نقل کیا ہے ﴿ وقیل لا یکرہ البنآء اذا کان المیت من المشائخ والعلمآء والسادات الخ ﴾ لیکن قبور کے انہدام کا حکم فقہاء رحمہم اللہ نے کہیں نہیں کیا۔ اور بعض آثار سے ثبوت قبہ کا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر پہنچے اور وہاں دو رکعت نفل پڑھی اور انہدام قبہ کا حکم نہیں فرمایا۔ لہٰذا یہ فعل انہدام قبات کا جس نے کیا، اچھا نہ کیا۔ اور قبر پر کوئی علامت رکھنا خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے۔ ﴿ کما ورد فی الصحاح ﴾ اور اثر حضرت عمر سے معلوم ہوا کہ ان کے زمانہ میں بھی وجود قبہ کا تھا۔ والتفصیل فی کتب السیر۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۵، صفحہ ۳۸۹)

قارئین کرام! اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ مزاراتِ اولیاء اللہ پر قبے بنانا اہل سنت کی نئی ایجاد نہیں۔ صحابہ کے زمانے میں بھی اس کا وجود ہوا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء دیوبند کے نزدیک بھی مزاراتِ اولیاء پر جو قبے ہیں، انہیں انہدام اور گرانے کا فتویٰ کسی بھی فقیہ نے نہیں دیا۔ حالانکہ جو حدیث انہوں نے نقل کی ہے۔ اس کا مطلب بھی وہ بہتر جانتے تھے، مگر پھر بھی فرماتے ہیں قبے بنانا جائز ہے۔

معلوم ہوا کہ حدیث کا وہ مطلب نہیں، جو موجودہ مولوی کرتے ہیں۔ بلکہ صحیح مطلب وہ ہے جو مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ تھانوی صاحب بھی فرماتے ہیں ﴿ قبر فی البناء ﴾ "تعمیر کے اندر قبر بنانا" کی ممانعت نہیں۔
(افاضات یومیہ، جلد ۵، صفحہ ۲۷۰)